مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ سے وابستہ چند یادیں

مولانا عبیداللہ

۲۲ر شعبان المعظم ۱۴۳۱ مطابق ۳ر اگست ۲۰۱۰ء بروز منگل تقریباً رات نو بجے حضرت والد محترم شیخ الحدیث مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی ثم اسلام آبادی ہم سب کو اچانک چھوڑ کر دار الفناء سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ، اس اندوہناک خبر نے آپ کے ہزاروں شاگردوں کو عام طور پر اور ہم گھر والوں کو خاص طور پر جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میں چونکہ اس وقت ملک سے باہر تھا، جونہی اطلاع ملی ائر پورٹ کی طرف چل دیا اور الحمد للہ دو گھنٹے کے بعد اسلام آباد کیلئے روانہ ہونے والے جہاز پر سیٹ مل گئی، دوران سفر دماغ میں گزشتہ تقریباً ۳۵ سال کے واقعات وحوادث ایک طوفان کی صورت چلنے لگے۔

سب سے پہلا منظر جو بجلی کی طرح ایک دم ذہن میں آیا وہ تقریباً ۳۲ سال پہلے کا دور تھا۔ اسلام آباد کی منجمد کر دینے والی یخ بستہ صبح اور ایک مولوی صاحب جو کہ فیصل مسجد کے مقابل واقع نیول کالونی کی مسجد سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میں امام وخطیب تھے اپنے چھ سات سال کے بیٹے کے ساتھ حسب معمول سائیکل پر سوار مارگلہ روڈ پر رواں دواں ہیں۔ انہوں نے سائیکل کے اگلے حصہ پر ایک چھوٹی سی سیٹ اپنے بیٹے کیلئے لگا رکھی ہے، انکی منزل سیکٹر F 6 -4 میں واقع مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہے (جو بعد میں جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ کے نام سے موجودہ جگہ پر منتقل ہو گیا)، بیٹا جو کہ قرآن کریم حفظ کر رہا تھا۔ چلتی سائیکل پر اپنی منزل سنا رہا ہے اور راستہ میں جہاں کوئی غلطی آتی تو مولوی صاحب سے ڈانٹ پڑتی اور عام طور پر ایک آدھ تھپڑ بھی، سڑک پر آنے جانے والے لوگ اس منظر کو تقریباً ہر روز بڑے تعجب اور حیرانگی سے دیکھتے، یہ مولوی صاحب تھے ہمارے ابوجی (ہم تمام بہن بھائی آپ کو ابوجی ہی کہتے تھے) حضرت مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ۔ اور وہ بچہ تھا راقم الحروف۔ ایسا لگا کہ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ الغرض یادوں اور واقعات کا ایک سیل رواں تھا جو اس وقت ذرا تھما جب اعلان ہوا کہ جہاز اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر اترنے والا ہے۔

والد محترم رحمہ اللہ نے غالباً سنہ ۱۹۶۶ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی سے محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ دورہ حدیث شریف مکمل کیا اور پھر وہیں تخصص فی الحدیث کا دوسالہ کورس کیا، حدیث میں آپ کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

(۱) **صحیح بخاری**: محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

(۲) **صحیح مسلم**: حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ

(۳)　**سنن ترمذی:** مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ

(۴)　**سنن ابی داوود:** حضرت مولانا فضل محمد (یینگورہ، سوات) رحمہ اللہ

(۵)　**طحاوی شریف:** حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ رحمہ اللہ

(۶)　**مؤطین ، نسائی ، ابن ماجہ:** حضرت مولانا بدیع الزمان رحمہ اللہ

فراغت کے بعد پہلے کچھ عرصہ اسلام آباد، تقریباً دو سال حاجی کیمپ کراچی میں، اور پھر چند سال اپنے آبائی شہر سیالکوٹ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے اسی دوران آپ نے اپنے شیخ علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی، اور آخر میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ (خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد) کی دعوت پر غالباً سنہ ۱۹۷۶ء میں دوبارہ اسلام آباد تشریف لے آئے اور یہیں اپنا گھر بنایا اور مستقل سکونت اختیار کر لی۔

آپ امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے بھی وابستہ تھے، کئی سال تک جامعہ فریدیہ میں استاذ حدیث رہے اور گزشتہ تین سالوں سے جامعہ فاروقیہ دھمیال کیمپ راولپنڈی میں بطور شیخ الحدیث خدمت دین میں مصروف تھے، اپنے تلامذہ کے ساتھ آپ کا معاملہ نہایت دوستانہ ہوتا تھا، حتی کہ ہم بہن بھائی کبھی گھر میں شکوہ بھی کرتے کہ ابو جی ہم پر تو بہت سختی کرتے ہیں لیکن دوسرے طالب علموں کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آتے ہیں، آپ کے اپنے تلامذہ کے ساتھ رویے کا اندازہ ہمیں آپ کی وفات کے دن ہوا، جب ہم نے طلباء کے ایک جم غفیر کو دھاڑیں مار کر روتے دیکھا۔

والد محترم کو قرآن کریم سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، آپ نے اپنے پانچوں بیٹوں کو حافظ بنایا۔ مجھے یاد ہے کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں ایک نابینا قاری صاحب ہوتے تھے، جب مجھے انکے حوالے کیا تو فرمایا قاری صاحب اسکا گوشت آپ کا اور ہڈیاں میری بس مجھے یہ حافظ چاہیے، جونہی ہم نے ہوش سنبھالا دیکھتے تھے کہ آپ گھر میں کوئی بھی کام کر رہے ہیں تو ساتھ ساتھ قرآن کی تلاوت بھی فرما رہے ہیں اور اگر اتفاق سے اس مقام کی تلاوت ہو رہی ہے جو میں حفظ کر چکا ہوں تو ہماری شامت آجاتی پڑھتے پڑھتے اچانک سوال ہوتا کہ یہ میں کونسے پارے اور سورۃ سے پڑھ رہا ہوں؟ اگر صحیح جواب دیدیا جاتا تو حکم ہوتا آگے تم پڑھو، اور اگر نہ بتا سکتے تو بس پھر کیا تھا حکم ہوتا لاؤ، قرآن کریم اور ابھی یاد کر کے مجھے پورا پارہ سناؤ۔

رمضان المبارک میں تو آپ ہر قسم کی مصروفیات چھوڑ کر قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ رمضان کے عام دنوں میں ہر روز ۱۵ پارے (بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ۲۱ پارے یومیہ ہوگئی تھی) اور آخری عشرہ میں ہر روز ایک قرآن کریم مکمل فرماتے۔ حتی کہ اکثر ایسا ہوتا کہ رمضان المبارک میں آپ کا گلا خراب ہو جاتا لیکن آپ اپنی منزل ضرور پوری فرماتے اور گزشتہ دو تین سالوں سے تو رمضان کے علاوہ عام دنوں میں بھی تلاوت کلام پاک کا یہی معمول ہو گیا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، سفر میں حضر میں، راہ چلتے اور سواری پر غرض ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت زبان مبارک سے جاری رہتی۔

آپ کو تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سننے کا بھی بہت شوق تھا، مجھے یاد ہے کہ میں جب بھی پاکستان جاتا تو اکثر پوچھتے کہ کوئی نئی تلاوت لائے ہو؟ اور پھر رات دیر گئے تک بیٹھ کر کمپیوٹر پر لگوا کر سنتے رہتے، آپ خاص طور پر معروف مصری قاری شیخ محمد صدیق المنشاوی رحمہ اللہ کے گرویدہ تھے۔

والد محترم نے سالہا سال کی محنت سے اپنا ایک کتب خانہ بنایا تھا اور اگر کہا جائے کہ آپ کو اپنی اولاد سے زیادہ اپنی کتابوں کے ساتھ لگاؤ تھا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ کتاب سے پیار کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کو اپنی کتاب مطالعہ کیلئے گھر لیجانے کی اجازت نہیں دیتے تھے، جسے کوئی کتاب پڑھنی ہو۔ آپ کی لائبریری میں ہی بیٹھ کر دیکھ لے اور وہاں بھی یہ عالم تھا کہ اگر کسی نے غلطی سے کتاب کا ورق الٹتے ہوئے ذرا زیادہ موڑ دیا تو بس خیر نہیں۔

اور آخری سفر سے پہلے (جو کہ وفاق المدارس کے امتحانات کے پرچے چیک کرنے کیلئے کراچی کا تھا اور جس کے دوران ہی آپ سفر آخرت کیلئے روانہ ہوگئے) اپنے گھر کے نئے تعمیر شدہ حصہ میں خاص طور پر بنائے گئے کتب خانہ میں کتابوں کی ترتیب میں مصروف تھے اور میرے ساتھ (سب سے بڑا بیٹا ہونے کے ناتے) جو آخری گفتگو بذریعہ ٹیلیفون ہوئی وہ اسی بارے میں تھی کہ کتابیں زیادہ ہیں اور الماریاں کم اب کیا کیا جائے؟ پھر فرمایا کہ اچھا رمضان کے بعد جب تم آؤ گے تو کوئی حل سوچیں گے۔

آپ کتابوں کی جلد بندی کے بھی ماہر تھے ہم بچپن سے دیکھتے آئے ہیں کہ آپ اپنی کتب کی جلد بندی خود فرماتے تھے اور اس کیلئے تمام ضروری سامان آپ کے پاس موجود رہتا تھا جس کیلئے آپ نے لکڑی کا ایک خاص بکس بنوایا ہوا تھا، ایک دفعہ ہم نے پوچھا کہ ابو جی آپ نے جلد بندی کہاں سے سیکھی ہے؟ تو فرمایا کہ جب میں کراچی حاجی کیمپ کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہا تھا تو قریب ہی ایک جلد ساز کی دکان تھی۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے بھی یہ کام سکھا دے، وہ مجھے یونہی چھوٹے موٹے کام پر لگا دیتا اصل کام نہیں سکھاتا تھا لیکن میں اسے کام کرتے دیکھتا رہتا بس اسے دیکھ دیکھ کر ہی یہ کام آ گیا۔

اپنے بزرگوں اور اکابر سے آپ کی عقیدت قابل رشک تھی۔ میں یہاں صرف ایک واقعہ عرض کروں گا جو شاید لوگوں کو بڑا عجیب لگے۔ آپ غالباً ۱۹۸۵ء میں انڈیا گئے تھے، وہاں آپ نے دارالعلوم دیوبند کی زیارت کی۔ جب واپس تشریف لائے تو ہم دیکھتے کہ فجر کی نماز کے بعد آپ اپنی الماری سے ایک تھیلی نکالتے ہیں اسمیں مٹی جیسی کوئی چیز ہے۔ آپ اس کی ایک مقدار پانی کے ایک گلاس میں حل کرتے ہیں اور پھر اس کو باریک کپڑے کی مدد سے اچھی طرح دو تین بار چھانتے اور پھر پی جاتے۔ ہمارے پوچھنے پر بتایا کہ یہ مٹی ہے جو میں دارالعلوم دیوبند کے قبرستان سے لایا تھا، اس واقعہ کے بعد آپ کی اپنے اکابر کے ساتھ تعلق کی کوئی اور مثال دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

والد محترم رحمہ اللہ کئی سال تک اسلام آباد جیسے شہر میں رہنے کے باوجود انتہا کے سادہ تھے، بلکہ اکثر اوقات کہیں کسی تقریب میں جانا ہوتا تو گھر والے کہتے کہ نئے کپڑے استری کر دیتے ہیں بدل لیجئے تو فرماتے کہ ان کپڑوں کو کیا ہے؟ تم

لوگ بس یہ استری وستری کے چکر میں اتنا وقت ضائع کر دیتے ہو۔ الغرض بڑی ردّوکد کے بعد آپ لباس تبدیل فرماتے۔

آپ کی زندگی کا ایک اور پہلو آپ کی جانوروں سے محبت اور انس تھا۔ ایک وقت تھا کہ آپ نے بہت ساری مرغیاں پال رکھی تھیں اور ہر دن صبح وشام ان کے لیے خود آٹا تیار فرماتے اور پھر خود ہی انہیں بلا کر کھلاتے۔ حتیٰ کہ آپ جب بھی گھر سے باہر نکلتے تو مرغیاں صرف آپ کو دیکھ کر آپ کے اردگرد جمع ہو جاتیں، ہمیں آج تک یاد ہے کہ نیول کالونی میں ایک بلی تھی جسے آپ کبھی کچھ کھانا وغیرہ ڈال دیتے تھے۔ وہ بلی آپ کے انتظار میں بیٹھی رہتی۔ جب آپ گھر سے مسجد کیلئے نکلتے تو وہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتی اور پھر مسجد کے دروازے پر آپ کے انتظار میں بیٹھی رہتی اور جب آپ واپس گھر کیلئے نکلتے تو آپ کے ساتھ واپس آتی۔

آخر میں حضرت والد محترم رحمہ اللہ کی وصیت میں مذکور اپنے تمام جاننے والوں سے ایک درخواست نقل کر رہا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ:

> ''میں ان تمام لوگوں سے معافی کا طلبگار ہوں جنہیں مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی یا میں نے کبھی انکی غیبت کی، نیز میری درخواست ہے کہ جب میرا ذکر آئے تو میرے لیے ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر ایصال ثواب فرمادیں۔''

نیز قارئین سے گزارش ہے کہ آپ کے اہل وعیال کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں مجھے ابوالحسن تہامی کے چند اشعار یاد آرہے ہیں جو اس نے اپنے بیٹے کی وفات پر کہے تھے

حكم المنية فى البرية جار......ما هذه الدنيا بدار قرار

فالعيش نوم والمنية يقظة......والمرء بينهما خيال سار

فاقضوا مآربكم عجالا انما...... أعماركم سفر من الأسفار

جاورتُ اعدائي وجاور ربه......شتان بين جواره وجواری

العين تدمع والقلب يحزن وانا بفراقک یا ابینا وشیخنا لمحزونون ، ولا نقول الا ما يرضى به ربنا،الهم اغفر له وارحمه واعف عنه ،وأكرم نزله، ووسع مدخله، ونقه من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس ، الهم ادخله الجنة بغير حساب ، الهم لا تحرمنا أجره ، ولا تفتنا بعده ، آمين .